

سائبان

رات گئے صاحب کا فون آیا۔ ذاتی جیٹ سے ٹیلی فون کر رہے تھے۔ کافی طویل ویڈیو رابطہ تھا۔ سوٹر لینڈ سے لندن جا رہے تھے۔ بے وقت کال پر تو جیہہ پیش کی کہ اٹھائیں ملین ڈالر کا نیا جہاز خریدا ہے۔ اسے دکھانا چاہتا ہوں۔ ساتھ ساتھ چند باتیں بھی ہو جائیں۔ جہاز سے تو خیر میری دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی۔ مگر صاحب نے ضد کر کے پورا جیٹ اندر سے دکھاڑا۔ ایک بیڈ روم، کافرنس روم اور اسی طرح کی حد درجہ قیمتی سہولتیں موجود تھیں۔ مگر اگلی بات کافی حیران کن تھی۔ یہ تمام پیسے میں نے پاکستان سے کمائے ہیں۔ گزشتہ چند ماہ میں سیاست دانوں، افسروں اور کاروباری لوگوں کی دولت کو حد درجہ ایمانداری سے مغرب کے محفوظاترین بنکوں میں منتقل کروایا ہے۔ ہر ایک سے کام کی دس سے پندرہ فیصد کمیشن وصول کی ہے۔ استفسار پر بتایا کہ یہ نئے نئے امیر سیاست دانوں کے پیسے ہیں۔ پرانے والے تو خیر تین چار سال سے بیکار بیٹھے ہوئے تھے۔ خیراب ان کی حکومت دوبارہ آگئی ہے۔ لہذا، دھندا، بہترین طریقے سے دوبارہ شروع ہوگا۔ حیرت ہوئی کہ یہ نئے سیاست دان کون ہیں۔ سوال کیا تو صاحب نے قہقهہ لگا کر کہا کہ یہ بات تو خیر ہرگز نہیں بتاسکتے، کیونکہ ان کے کام میں رازداری حد درجہ اہم ہے۔ خیر سمجھ میں آ گیا کہ نئے سرمایہ دار ان تین چار سالوں ہی کی مقامی پیداوار ہیں۔ صاحب نے ایک اور بات کہی کہ ان کا جیٹ پاکستان کے اہم ترین لوگوں کو کسی بھی مقامی ائرپورٹ سے بحفاظت اٹھا کر دنیا کے کسی بھی کونے میں منتقل کرنے کے کام بھی آتا ہے۔ بر سبیل تذکرہ پوچھا تو جواب سے شدید ذہنی جھٹکا لگا۔ ہمارے ملک کے سابقہ فرعون جن کی اشارہ ابرو سے بڑے بڑے لوگ پابند سلاسل ہو جاتے تھے۔ ان کے جہاز میں خفیہ سفر کر کے لندن اور سنگاپور متعدد بار جا چکے تھے۔ اب شائد وہاں مستقل ڈیرے ڈالنے والے ہیں۔ صاحب کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے کسی بھی کلائنٹ کا نام نہیں لیتے۔ حد درجہ اشارے کنالوں میں بات کرتے ہیں۔ ویسے جان کی امان پاؤں تو عرض کروں کہ ریاستی اداروں کے کئی اکابرین بھی ان کی خدمات لیتے رہتے ہیں۔ اور بقول صاحب، یہ لوگ، سیاست دانوں سے زیادہ پیسے دیتے ہیں۔ بہر حال میرے جیسے سفید پوش آدمی کا امیر رہنماؤں سے کماینا دینا۔ میری دنیا تو چھوٹی سی سٹڈی ہے جس میں بیشتر وقت گزرتا ہے۔ ماں چھوٹا سا ایک کاروبار ضرور

ہے۔ جس سے سفید پوشی قائم ہے۔

صاحب کافی موڈ میں تھے۔ سامنے پبل پر دنیا کے بہترین اور قیمتی مشروب رکھے ہوئے تھے۔ انتہائی مستعد فضائی میزبان بڑے ادب اور احترام سے صاحب کی خدمت میں مصروف تھے۔ پوچھنے لگے۔ پاکستان میں حکومت تبدیل ہو چکی ہے۔ اس کے کیا اثرات ہوں گے۔ سوال پر مجھے رنج ہوا۔ کیونکہ ذاتی علم میں تھا کہ حکومت کی تبدیلی سے چند دن پہلے وہ اسلام آباد میں تھے۔ اہم ترین لوگوں سے ملاقاتیں ہوتی رہتی تھیں۔ جس دن تحریک عدم اعتماد پر ووٹنگ ہوئی تھی۔ اسی رات کو اپنے جہاز پر لندن واپس چلے گئے تھے۔ میرا کو اجواب تھا کہ نئی حکومت کے آنے کے نہ اسباب معلوم ہیں اور نہ ہی مجھے کسی قسم کی کوئی دلچسپی ہے۔ خشک جواب سن کر صاحب نے مخصوص قہقہہ لگایا۔ کہنے لگے کبھی ایک ارب روپیہ اکٹھا دیکھا ہے۔ یا چلو کبھی پچاس ارب دیکھنے کا تصور بھی کیا ہے۔ انکار پر بتانے لگے کہ دنیا میں سب سے بڑی طاقت پیسہ اور صرف پیسہ ہے۔ انسان سے ہر کام کروالیتا ہے۔ ہر وفاداری تبدیل ہو جاتی ہے۔ بدترین دشمن بھی ڈالر لے کر دوست بن جاتے ہیں۔ اور یہ معاملہ الٹ بھی ہو جاتا ہے۔ مگر یہ تو کوئی اہم بات نہیں ہے۔ تحریک انصاف کا بیانیہ تو ہے ہی یہی کہ ان کی حکومت کو بیرونی طاقتوں نے پیسے کے بل بوتے پر ختم کیا ہے۔ اب صاحب، حد درجہ سنجیدہ ہو گئے۔ کہنے لگے کہ تحریک انصاف کے ننانوے فیصلوگ یہ نہیں جانتے کہ کوئی بات کب اور کس سلیقے سے کرنی ہے۔ ان کے فائدین کی زبان ہی ان کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ کہے ہوئے الفاظ ان کے لئے زہر قاتل ثابت ہوئے ہیں۔ مگر اب بھی بازنہیں آئے۔ بلکہ نامناسب باتیں کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ان کے مقابلے میں پرانے لوگ حد درجہ فہمیدہ ہیں۔ انہیں عالمی طاقتوں کے ساتھ کام کرنے کا وسیع تجربہ ہے۔ معلوم ہے کہ اقتدار کی بساط پر کون سی چال خاموشی سے کب چلنی ہے۔ نتیجہ یہ کہ ہر مشکل میں سے حفاظت سے نکل آتے ہیں۔ پھر انہیں حکومت بھی دے دی جاتی ہے۔ انہیں طاقت کے کھیل کی فہم ہے اور اب وہ واپس جانے کے لئے نہیں آئے۔ بلکہ طویل عرصہ حکومت کرتے رہیں گے۔

چھرے پر سوال دیکھ کر کہنے لگے۔ میری بات پر تمہیں یقین نہیں آیا۔ مگر اٹھا رہ مہینے پہلے کی ملاقات یاد کرو۔ میرے ماں رات گئے برلف کیس لانے والا حد درجہ اہم ماکستانی کون تھا۔ اور کہا پیشن گوئی کی تھی۔ بھک سے

ذہن میں وہ سب کچھ فلم کی طرح چلنے لگا۔ مقامی رہنمایا کا نام تو نہیں لے سکتا۔ مگر صاحب نے یہ ضرور کہا تھا کہ اب معاملات تھوڑے سے عرصے میں مکمل تبدیل ہو جائیں گے۔ یاد آ گیا۔ بلکہ یہ بھی عرض کروں گا کہ اس وقت خان صاحب کی حکومت حد درجہ مضبوط نظر آ رہی تھی۔ کسی قسم کی خطرے کی کوئی بات کم از کم میرے سامنے تو موجود نہیں تھی۔ اپوزیشن کے اکثر رہنمایا جیل میں تھے۔ اور ہر طرف درباری امن اور چین کی بانسری بجارت ہے تھے۔ عین اس دم، بقول صاحب، حکومت تبدیل کرنے کی داغ بیل ڈالی جا چکی تھی۔ وہاں یہ بات بالکل ہوئی تھی۔ مگر معروضی حالات کے مطابق یہی جانا تھا کہ صاحب کوشدید غلط فہمی ہوئی ہے۔

اب اکتا سا گیا تھا۔ ایک تورات بہت ہو چکی تھی۔ مجھے نیندا آ رہی تھی۔ اس کے علاوہ کون وزیر اعظم بنتا ہے یا وزیر اعلیٰ کی کرسی پر برآ جمان ہوتا ہے۔ میرا اس سے کیا لینا دینا۔ اس کے بعد صاحب نے جوبات کی۔ اس نے میری تمام نینداڑا دی۔ چوکنا ہو کر بیٹھ گیا۔ کہنے لگے۔ پاکستان میں اب ایک بہت اہم آدمی قتل ہو گا اور اس کے بعد ملک میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔ یہ سول وار اتنی پرتشدد اور مہیب ہو گی کہ کوئی بھی ریاستی ادارہ کنٹرول نہیں کر پائے گا۔ یہ بڑھتی جائے گی اور ملک کے بڑے شہروں اور قصبوں کو لپیٹ میں لے لے گی۔ قتل عام بھی ہو سکتا ہے۔ اور ہاں، جو سیاسی رہنمایہ کہہ رہا ہے کہ اس کی جان کو خطرہ ہے۔ وہ مکمل محفوظ رہے گا۔ قتل ہونے والا شخص اقتدار کی غلام گردشوں کا مستقل مسافر ہے اور یہ معاملہ زیادہ دور نہیں ہے۔ معاملہ یہاں نہیں رکے گا۔ بلکہ بد امنی سے ہمارا ہمسایہ ملک پورا فائدہ اٹھائے گا اور پاکستان کوشدید نقصان پہنچا سکتا ہے۔ نیندا مکمل طور پر غائب ہو چکی تھی۔ سوال کیا کہ آپ کی انفارمیشن کم از کم مجھے تو ذہن کا و بال لگتی ہے۔ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ بلکہ انشاء اللہ ملک ہمیشہ کے لئے قائم و دائم رہے گا۔ صاحب خاموش ہو گئے۔ سگار جلاتے ہوئے پوچھا۔ ڈیڑھ برس پہلے تحریک انصاف کی حکومت ختم ہونے کے متعلق بتایا تھا یا نہیں۔ میرے اثبات پر کہنے لگے کہ ملک کے اہم انسان کو حادثہ کی شکل میں راستے سے ہٹایا جائے گا۔ تمام لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ سب کچھ تو ایک قدر تی حادثہ ہی ہے۔ مگر وہ ہرگز ہرگز اتفاق نہیں ہو گا۔ چند باتیں اب طے ہو چکی ہیں۔ اور ان کو روکنا حد درجہ دشوار ہے۔ ہاں یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ ملک کا کوئی ریاستی یا سیاسی رہنمایا معاملات کو بھانپ کر درست سمت میں چلنا شروع کر دے۔ قوم کو سچی باتیں بتانے کی جرأت کرس۔ انہیں سمجھائے کہ وہ دنما کی ہر لحاظ سے مدد حاصل قوم ہیں۔ قرض لے کر جعلی ترقی کے خواہ

دیکھا بند کریں۔ اپنی اوقات کو پہچان کر قومی اہداف مقرر کریں۔ بتائے کہ ہم تو تنخواہ دینے کے لئے بھی بیرونی قرض کے محتاج ہیں۔ مسلمان ممالک اور مغربی دنیا ہمیں صرف دہشت گردی کا منع گردانے تھے ہیں۔ مگر یہ مشکل ترین کام کوئی نہیں کرے گا۔ ہمیں جذب ابتدیت کی اس سیڑھی پر چڑھادیا گیا ہے۔ جس کواب نیچے سے کھینچنا باقی رہ گیا ہے اور اب زیادہ مہلت بھی نہیں ہے۔ کیونکہ دنیا ہمارے غیر فطری بیانیے سے تنگ ہے۔ مسلمان ملک تک ہمیں اب قریب نہیں آنے دیتے۔

میں خاموش ہو گیا۔ کیونکہ صاحب کی گفتگو کے کئی پہلوؤں سے شدید اختلاف تھا اور ہے۔ مگر کیا وہ تمام باتیں غلط کہہ رہے تھے۔ اس کا جواب واقعی میرے پاس نہیں تھا۔ صاحب آخر میں کہنے لگے کہ عوامی تائید سے پاکستان میں کوئی بھی تخت نشین نہیں ہو سکتا۔ یہ فیصلے اب بیرون ممالک ہی ہوں گے۔ پہلے بھی یہ چھپ چھپا کر اسی طرز پر ہوتے رہے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ معاملہ اب صاف کھل کر سامنے آ چکا ہے۔ ویڈیو کال بند کرتے ہوئے، صاحب نے اپنی گود میں موجود پیلے رنگ کا خوبصورت سانپ دکھایا۔ اس کی قیمت تیس ہزار ڈالر ہے۔ تین دن پہلے خریدا ہے۔ نایاب چیز ہے۔ سانپ انتہائی اطمینان سے گھری نیند سورہا تھا۔ پیلے رنگ پر نیلی دھاریوں والا قیمتی سانپ!